

دسویں شرطِ بیعت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنُونَ يُسَأَلُ عَنِ الْأَذْكُرِ الَّتِي سَمِعَ كَيْفَ تَرِيَهُمْ بَعْدَ أَنْ يُؤْمِنُوا وَلَا يَقْتُلُنَّ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَزِينُنَّ وَلَا يَتُّمِّنَ بِبُهْشَانٍ يَفْتَرِيهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
وَأَرْجُلِهِمْ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَيْعُهُمْ وَاسْتَعْفِفْ لَهُمْ اللَّهُ أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (المستحب: 13)

کہ اے نبی! جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں (اور) اس (امر) پر تیری بیعت کریں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ ہی چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی (کسی پر) کوئی جھوٹا الزام لگائیں گی جسے وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھٹ لیں اور نہ ہی معروف (امور) میں تیری نافرمانی کریں گی تو تو ان کی بیعت قبول کر اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کر۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار حم کرنے والا ہے۔

کیوں جرم نقص عہد کے ہوں مرتكب جناب
جب آپ عہد کرنے پر مجبور ہی نہیں
مومن تو جانتے ہی نہیں بزدلی ہے کیا
اس قوم میں فرار کا دستور ہی نہیں
دل دے پکے تو ختم ہوا قصہ حساب
معشوق سے حساب کا دستور ہی نہیں

معزز سامعین! خاکسار 2006ء میں جب پاکستان سے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کے لئے لندن آیا تو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المساجد الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے انفرادی ملاقات کے لئے مسجد نصلی لندن میں پیارے حضور کے دفتر میں حاضر ہوا تو حضور نے دوران ملاقات مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "آپ چونکہ کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔ میں بھی آپ کو اپنی کتب تھنھے دیتا ہوں۔" تب حضور نے شرائط بیعت پر مشتمل خطبات پر کتاب بعنوان "شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں" اپنے دست مبارک سے دستخط نقش فرمائے مجھے دی۔ جو آج بھی میری لا بسیری کی زینت ہے۔ میں نے سوچا کہ پہلی 1000 تقاریر کا اختتام میں انہی 10 شرائط پر 10 تقاریر تیار کر کے کروں جو خلاصہ ہو گا میری 999 تقاریر کا۔ کیونکہ 10 شرائط بیعت نچوڑ ہے اسلامی تعلیمات کا۔ اس حوالہ سے آج شرائط بیعت میں سے آخری شرط جو دسویں شرط کہلاتی ہے اُس کی اہمیت و برکات بیان کروں گا۔ دسویں شرط کے الفاظ یہ ہیں:

"یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوتِ محض اللہ با قرارِ طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتہوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔"

یہ آخری شرط بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس شرط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرمائے ہیں کہ آپ اُس وقت تک ان شرائط پر کماحقة عمل پیر انہیں ہو سکتے جب تک میرے ساتھ عقدِ اخوتِ محض اللہ با قرارِ طاعت در معروف نہ ہو۔ یہ عقدِ اخوت ایسا کمال درجہ کا ہو کہ اس کی مثال دیگر رشتہوں، تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جاتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شرط میں "عقدِ اخوت" کے الفاظ دو دفعہ استعمال فرمایا۔ ایک میں طاعت در معروف کے الفاظ ہیں یعنی معروف حکمتوں کی اطاعت اور دوسرا دفعہ عقدِ اخوت میں رشتہوں اور خادمانہ حالتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ میرے ساتھ عقدِ اخوت اتنا مصبوط ہو کہ ایسا تعقیل دیگر خاندانی رشتہوں اور خادمانہ حالتوں میں نظر نہ آئے۔ سو آج تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقدِ اخوت کی روشنی میں ان دونوں امور کو زیر بحث لاکیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس شرط کا احاطہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس شرط میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد لے رہے ہیں کہ گو کہ اس نظام میں شامل ہو کر ایک بھائی چارے کارشنا مجھ سے قائم کر رہے ہو کیونکہ ایک مسلمان دوسرا مسلمان کا بھائی ہے لیکن یہاں جو محبت اور بھائی چارے کارشنا قائم ہو رہا ہے یہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہاں برابری کا تعلق اور رشتہ قائم نہیں ہو رہا بلکہ تم اقرار کر رہے ہو کہ آنے والے مسیح کو مانے کا خدا اور رسول کا حکم ہے۔ اس لئے یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی اور اسلام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے، پھیلانے کے لئے رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ اس لئے یہ تعلق اس اقرار کے ساتھ کامیاب اور پائیدار ہو سکتا ہے جب معرفہ باقتوں میں اطاعت کا عہد بھی کرو اور پھر اس عہد کو مرتبے دم تک نجماً اور پھر یہ خیال بھی رکھو کہ یہ تعلق یہی ٹھہرنا جائے بلکہ اس میں ہر روز پہلے سے بڑھ کر مضبوطی آنی چاہئے اور اس میں اس قدر مضبوطی ہو اور اس کے معیار اتنے اعلیٰ ہوں کہ اس کے مقابل پر تمام دنیاوی رشتہ، تعلق، دوستیاں یعنی ثابت ہوں۔ ایسا بے مثال کبھی ماں اور کبھی مناؤ کا اصول بھی چل جاتا ہے۔ تو یہاں یہ واضح ہو کہ تمہارا یہ تعلق غلامانہ اور خادمانہ تعلق بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہو ناچاہئے۔ تم نے یہ اطاعت بغیر چون وچار کے کرنی ہے۔ کبھی تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ کیونکہ جاؤ کہ یہ کام ابھی نہیں ہو سکتا یا بھی نہیں کر سکتا۔ جب تم بیعت میں شامل ہو گئے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے نظام میں شامل ہو گئے ہو تو پھر تم نے اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے دیا اور اب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے، ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے اور آپ کے بعد چونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لئے خلیفہ وقت کے احکامات کی، ہدایات کی پیروی کرنا تمہارا کام ہے۔ لیکن یہاں یہ خیال نہ رہے کہ خادم اور نوکر کا کام تو مجبوری ہے، خدمت کرنا ہی ہے۔ خادم کبھی بڑھا بھی لیتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ذہن میں یاد رکھو کہ خادمانہ حالت ہی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ کی خاطر اخوت کارشنا بھی ہے اور اللہ کی خاطر اطاعت کا اقرار بھی ہے اور اس وجہ سے قربانی کا عہد بھی ہے۔ تو قربانی کا ثواب بھی اس وقت ملتا ہے جب انسان خوشی سے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ تو یہ ایک ایسی شرط ہے جس پر آپ جتنا غور کرتے جائیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبتے چلے جائیں گے اور نظام جماعت کا پابند ہوتا ہوا اپنے آپ کو پائیں گے۔“

(شرائع الطیعت صفحہ 167-169)

سامعین! سورۃ المتحنہ کی جس آیت کی تلاوت میں نے تقریر کے آغاز میں کی ہے۔ اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے جن امور پر بیعت لیا کرتے تھے وہ بیان ہوئے ہیں۔ اُن میں ایک یہ ہے کہ لا یعصِّینَکَ فِي مَعْرُوفٍ کہ وہ معروف امور میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔ اس میں معروف لفظ زیر بحث ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں عورتوں سے اس عہد پر بیعت لینے کی تاکید ہے کہ شرک نہیں کریں گی۔ چوری نہیں کریں گی، اولاد کو قتل نہیں کریں گی (اولاد کی تربیت کا خیال رکھیں گی) جھوٹا لزام کسی پر نہیں لگائیں گی اور معروف امور میں نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مأمور ہوتا ہے کیا وہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں اور اگر بھی دے سکتا ہے تو پھر خلیفہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں۔ اس بارہ میں واضح ہو کہ نبی کبھی ایسے احکامات دے ہی نہیں سکتا۔ نبی جو کہہ گا معروف ہی کہے گا اس کے علاوہ کچھ نہیں کہے گا۔ اس لئے قرآن شریف میں کئی مقامات پر یہ حکم ہے کہ تم نے اللہ اور رسول کے حکموں کی اطاعت کرنی ہے، انہیں بجالانا ہے۔ کہیں نہیں یہ لکھا ہوا کہ جو معروف حکم ہو اس کی اطاعت کرنی ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو مختلف حکم کیوں ہیں۔ لیکن دراصل یہ دو مختلف حکم نہیں ہیں۔ بعضوں کے سمجھنے میں غلطی ہے۔ تو جیسا کہ میں نے پہلا کہا کہ نبی کا جو بھی حکم ہو گا معروف ہی ہو گا اور نبی کبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف، شریعت کے احکامات کے خلاف کہہ یہ نہیں سکتا وہ تو اس کام پر مأمور کیا گیا ہے۔ تو جس کام کے لئے مأمور کیا گیا ہے اس کے خلاف کیسے چل سکتا ہے۔ یہ تو تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تم نبی کو مان کر، مأمور کو مان کر اس کی جماعت میں شامل ہو کر محفوظ ہو گئے ہو کہ تمہارے لئے اب کوئی غیر معروف حکم ہے ہی نہیں، جو بھی حکم ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔“

بعض دفعہ لوگ معروف فیصلہ یا معروف احکامات کی اطاعت کے چکر میں پڑ کر خود بھی نظام سے ہٹ گئے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی خراب کر رہے ہوتے ہیں اور ماحول میں بعض قباحتیں پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ ان پر واضح ہو کہ خود بخود معروف اور غیر معروف فیصلوں کی تعریف میں نہ پڑیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک اور غلطی ہے وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِي مَعْرُوفٍ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے۔ اس میں ایک سر ہے۔ میں تم میں سے کسی پر ہرگز بد ظن نہیں۔ میں نے اس لئے ان باتوں کو کھولاتا تم میں سے کسی کو اندر رہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے۔“

(خطبات نور صفحہ 421-420)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا مُرْهُمٌ بِالْمَعْرُوفِ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے اور قوموں کے سرپر سے وہ بوجھ اوتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گرد نیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لا سکیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اوتار آگیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پا سکیں گے۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنج، روحانی خزانہ جلد 21 صفحہ 420)

تو اس سے واضح ہو گیا کہ غیر معروف وہ ہے جو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور شریعت کے احکامات کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا تاکہ لوگ اس کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اس شخص نے آگ جلوائی اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آگ میں کوڈ جائیں۔ بعض لوگوں نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ ہم تو آگ سے بچنے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ لیکن کچھ افراد آگ میں کوڈنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کوڈ جاتے تو ہمیشہ آگ میں ہی رہتے۔ نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے رنگ میں کوئی اطاعت واجب نہیں۔ اطاعت صرف معروف امور میں ضروری ہے۔

(سنن ابو داؤد۔ کتاب الجهاد)

ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
”امراء میں سے جو شخص تم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔“

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الجهاد۔ باب لاطاعتہ فی معصیۃ اللہ)

سامعین! تو ایک تو اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نہ ماننے کا فیصلہ بھی فرد واحد کا نہیں تھا۔ کچھ لوگ آگ میں کوڈنے کو تیار تھے کہ ہر حالت میں امیر کی اطاعت کا حکم ہے، انہوں نے سننا ہوا تھا اور یہ سمجھے کہ یہی اسلامی تعلیم ہے کہ ہر صورت میں، ہر حالت میں، ہر شکل میں امیر کی اطاعت کرنی ہے لیکن بعض صحابہ جو احکام الہی کا زیادہ فہم رکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے زیادہ فیضیاب تھے، انہوں نے انکار کیا۔ نتیجہ مشورہ کے بعد کسی نے اس پر عمل نہ کیا کیونکہ یہ خود کشی ہے اور خود کو شی واضح طور پر اسلام میں حرام ہے۔ دوسرے عبد اللہ بن حذیفہ جوان کے لیے رکھنے جب انہوں نے بعض لوگوں کی سنجیدگی دیکھی تو ان کو بھی فکر پیدا ہوئی اور انہوں نے بھی روکا کہ یہ تو مذاق تھا۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادیا کہ کیا معروف ہے اور کیا غیر معروف ہے۔ واضح ہو کہ نبی یا خلیفہ وقت کبھی مذاق میں بھی یہ بات نہیں کر سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی واضح حکم کی خلاف ورزی تم امیر کی طرف سے دیکھو تو پھر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اور اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت راشدہ کا قیام ہو چکا ہے تو خلیفہ وقت تک پہنچو۔ اس کا فیصلہ ہمیشہ معروف فیصلہ ہی ہو گا، اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہی ہو گا۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ اب تم ہمیشہ معروف فیصلوں کے نیچے ہی ہو۔

سامعین! جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے۔ اس کی اعلیٰ مثال تو صحابہ رسولؐ میں نظر آتی ہے۔ دیکھیں! ایک جگ میں حضرت عمرؓ نے کمانڈ حضرت خالد بن ولید سے لے کر حضرت ابو عبیدہؓ کے سپرد کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ خالدؓ بہت عمدگی سے کام کر رہے ہیں ان سے چارج نہ لیا مگر جب حضرت خالدؓ کو حضرت عمرؓ کے اس حکم کا علم ہوا تو خود کمانڈ ان کے سپرد کر دی اور خود حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت کام کرنے لگ گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنگستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور تزیینی سلوک، غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سنتا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔

(مسلم کتاب الامارة)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے سردار اور امیر میں کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے پسند نہ ہو تو صبر سے کام لے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبی سترون بعدی اموراً)

پھر حضرت عرفجؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم ایک ہاتھ پر جمع ہو اور تمہارا ایک امیر ہو اور پھر کوئی شخص آئے اور تمہاری وحدت کی اس لاثی کو توڑنا چاہے تا تمہاری جماعت میں تغییق پیدا کرے تو اسے قتل کر دو۔ یعنی اس سے قطع تعلق کرو اور اس کی بات نہ مانو۔ (اس کے احکامات کو بالکل سنی ان سنی کر دو)

(مسلم کتاب حکم بن فرق امر المسلمين هومجتمع)

حضرت عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس نکتہ پر کی کہ سینیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں کسی امر کے حقدار سے جھگڑا نہیں کریں گے، حق پر قائم رہیں گے یا حق بات ہی کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(مسلم کتاب الامارة باب وجود طاعة الامراء)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سن۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی اور نہ عذر اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امام وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔

(مسلم کتاب الامارة باب الامر بلئن و مراجعة عند ظهور الفتن)

آپ فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنادستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام لکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھوانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس نے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔“

وہ تعلیم کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ:

”فتنہ کی بات نہ کرو، شر نہ کرو۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے۔ دنیا ختم ہونے پر آئی ہوئی ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 620-621)

سامعین! پھر آپس میں محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمثیر سے مطلاع نارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمثیر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچادیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیو۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 266-268)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے اور ان کو شکر کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یوں ہی نبیں چھوڑا بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صد بہانشان دکھائے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری محبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے، خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو، نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تجدیب ہے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنے بے فائدہ ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 710-711 جدید ایڈیشن)

حضرت غلیفة امسیح الائام ایده اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اس شرط بیعت میں جو دسویں شرط چل رہی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سے اس قدر تعلق جس کی مثال کسی دنیاوی رشتے میں نہ ملتی ہو پر اس قدر رزور دیا ہے۔ جس کی وجہ بھی صرف اور صرف ہماری ہمدردی ہے۔ ہمیں تباہ ہونے سے بچانے کے لئے آپ نے فرمایا ہے کہ کیونکہ سچا اسلام صرف اور صرف آپ گو ماننے سے مل سکتا ہے اور اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچانا ہے تو لازماً ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتنی میں سوار ہونا ہو گا۔

آپ فرماتے ہیں: ”اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے کہ جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشییہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت چہاز پر بیٹھ گیا۔ لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دکھر رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تیس ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔“ (دفع البلاء، روحانی خزانہ جلد 18 صفحہ 233)

پھر آپ فرماتے ہیں: ”غرض اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشنے جاتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے نجات ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو کیونکہ دنیا تو گزرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گزر جائے گی۔

شب تور گذشت و شب سمر گذشت

دنیا اور اس کے اغراض اور مقاصد کو بالکل الگ رکھو۔ ان کو دین کے ساتھ ہر گز نہ ملاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے۔“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 145)

سامعین! اس زمانہ کے حسن حصین کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سر سبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہ کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میر ادوس ت

کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے پیوند کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور فراقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔

(فتح الاسلام، روحانی خزانہ جلد 2 صفحہ 24-25)

(کپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمی)

